لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ


# اسلام کا پرچم

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے عظمت و شوکت اسلام کا پرچم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند حضرت مسیح موعود اور مہدی موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ہاتھ میں دیا ہے۔ آج اس جماعت کے قیام پر خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۰۸ سال کا عرصہ پورا ہو رہا ہے۔ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا وہ بیج آج ایک ایسے پاک اور سرسبز و شاداب تناور درخت میں تبدیل ہو چکا ہے جس کی جڑیں نہایت مضبوط ہیں اور شاخیں بہت بلند اور جو اپنے رب کے حکم سے ہر آن تازہ بتازہ شیریں پھلوں سے سدا لدا رہتا ہے۔

تاریخ احمدیت کا ہر دن اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور محض اس کی نصرت و تائید سے اس جماعت نے اپنے مقدس امام کی قیادت میں کفر و دہریت کے مقابل پر ہر میدان میں ہمیشہ اس جھنڈے کو سربلند رکھا ہے اور ایک کے بعد دوسری نسل اس جھنڈے کی حفاظت کرتی چلی آ رہی ہے۔ اور اس بات سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس راہ میں انہیں ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، انکی جائیدادیں لوٹی جاتی ہیں، ان کے گھر جلائے جاتے ہیں، قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلاء کیا جاتا ہے یا ان کے جسموں کے ٹکڑے اڑائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں۔ اور اس یقین پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کہ


THE AHMADIYYA GAZETTE is published by the **AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., at the local address 31 Sycamore St, P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO. 45719**. Postmaster: Send address changes to:

**AHMADIYYA GAZETTE**
**P. O. BOX 226**
**CHAUNCCEY, OH 45719-0226**

# القرآن الحکیم

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ
مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ
لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ
الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا
اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا
اللّٰہُ ۠ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ
جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا
الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

اور اللہ (کی) اور اس رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔
اور اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی بخشش (کی طرف) اور اس جنت کی طرف جس کی قیمت آسمان اور زمین ہیں اور جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے بڑھو۔
جو (متقی) خوشحالی (میں بھی) اور تنگدستی میں (بھی) (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔
ہاں (اُن لوگوں کے لیے) جو کسی بُرا کام کرنے کی صورت میں یا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی صورت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کون قصور معاف کر سکتا ہے اور جو کچھ انھوں نے کیا ہوتا ہے اس پر (دیدہ د) دانستہ ضد نہیں کرتے۔
یہ لوگ ایسے ہیں کہ اُن کی جزا اُن کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت اور ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ اُن میں بستے چلے جائیں گے اور کام کرنے والوں کا (یہ) بدلہ کیا ہی اچھا ہے۔

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ وہ پہلے چڑھ چکا ہے" ۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ "ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جبتک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں"۔

آیئے اس موقعہ پر ہم اپنے اس عہد کی تجدید کریں کہ ہم ہمیشہ "دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز تر" سمجھیں گے اور زندگی کے ہر میدان میں، کفر و اسلام کے ہر معرکہ میں اسلام کا پرچم بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں گے اور اسے کبھی نیچا نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ۔

نگران صاحبزادہ مرزا مظفر احمد امیر جماعت امریکہ
مدیر سید شمشاد احمد ناصر

# احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ ثَلَاثَۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَبْرَصَ وَ اَقْرَعَ وَاَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْتَلِیَھُمْ فَبَعَثَ اِلَیْھِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ۔ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَیَذْھَبُ عَنِّیَ الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ عَنْہُ قَذَرُہٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا۔ فَقَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: الْاِبِلُ۔ اَوْ قَالَ: اَلْبَقَرُ، شَکَّ الرَّاوِیْ، فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَاءَ فَقَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا۔ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْھَبُ عَنِّیْ ھٰذَا الَّذِیْ قَذِرَنِی النَّاسُ فَمَسَحَہٗ فَذَھَبَ عَنْہُ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا۔ قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: اَلْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلًا، قَالَ: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْھَا۔ فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ: اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ بِہِ النَّاسَ فَمَسَحَہٗ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ بَصَرَہٗ، قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ: اَلْغَنَمُ، فَاُعْطِیَ شَاۃً وَالِدًا، فَاُنْتِجَ ھٰذَانِ وَوَلَّدَ ھٰذَا، فَکَانَ لِھٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَلِھٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ وَلِھٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ۔ ثُمَّ اِنَّہٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ بِکَ اَسْاَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ بِہٖ فِیْ سَفَرِیْ۔ فَقَالَ: اَلْحُقُوْقُ کَثِیْرَۃٌ۔ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰہُ؟ فَقَالَ لَہٗ اِنَّمَا وَرِثْتُ ھٰذَا الْمَالَ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ، فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِھٰذَا وَرَدَّ عَلَیْہِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَیْہِ ھٰذَا۔ فَقَالَ: اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ثُمَّ بِکَ اَسْاَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْکَ بَصَرَکَ شَاۃً اَتَبَلَّغُ بِھَا فِیْ سَفَرِیْ؟ فَقَالَ: قَدْ کُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ وَفَقِیْرًا فَقَدْ اَغْنَانِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰہِ لَا اَجْھَدُکَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَہٗ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ: اَمْسِکْ مَالَکَ فَاِنَّمَا ابْتُلِیْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَسَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْکَ۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث ابرص ..... ومسلم کتاب الزھد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے انکی آزمائش کے لئے انکے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور اسے کہا تجھے کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد، میری وہ بدصورتی جاتی رہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے اس فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اسکی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت رنگ اس کو مل گیا۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اس نے اونٹ یا گائے کا نام لیا۔ اسے اعلیٰ درجہ کی دس ماہہ حاملہ اونٹنیاں دے دی گئیں۔ فرشتے نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں برکت دے پھر وہ گنجے کے پاس گیا اور اسے کہا کونسی چیز تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا۔ خوبصورت بال ملیں اور گنجے پن کی بیماری چلی جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے گھن آتی ہے۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور خوبصورت بال اس کے اُگ آئے۔ پھر فرشتے نے کہا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا۔ گائیں۔ فرشتے نے اس کو گابھن گائیں دے دیں اور دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت دے۔ پھر وہ اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری نظر کو لوٹا دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو نظر واپس دے دی۔ پھر فرشتے نے پوچھا کونسا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا۔ بکریاں۔ چنانچہ خوب بچے دینے والی بکریاں اسے دے دی گئیں۔ پس اونٹ، گائیں اور بکریاں خوب پھلی پھولیں اونٹوں

(باقی دیکھیں صفحہ ۲۲ پر)

# حضرت اقدس امام الزمانؑ کی تیسری تقریر

(۳۰ دسمبر ۱۸۹۷ء)

## حضرت اقدسؑ کی اپنے دوستوں کیلئے ہمدردی اور غمخواری

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روزمرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بے چین اور بیقرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت اور ہر آن مَیں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں۔ کہ میرے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رُو سے نہیں۔ بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مُستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اُسی طرح مَیں للّٰہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کے لئے پاتا ہوں۔ اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے تو طبیعت میں ایک بیکلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شاملِ حال ہو جاتا ہے۔ اور جُوں جُوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے۔ اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جبکہ کسی قسم کا فکر اور غم شاملِ حال نہ ہو۔ کیونکہ اس قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بےچینی پیدا ہو جاتی ہے۔ مَیں نہیں بتلا سکتا۔ کہ کس قدر اَوقات غموں میں گزرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دُعاؤں

میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدّم دُعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہمُوم اور غموم سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے تو اُن کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دُعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پُورا جوش یہی ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں۔ دُعا کی قبولیّت میں بڑی بڑی امیدیں ہیں۔

## اِلہام اُجِیۡبُ کُلَّ دُعَآئِکَ سے مُراد

بلکہ میرے ساتھ میرے مولیٰ کریم کا صاف وعدہ ہے۔ کہ اُجِیۡبُ کُلَّ دُعَائِکَ۔ مگر مَیں خُوب سمجھتا ہوں کہ کُل سے مراد یہ ہے کہ جن کے نہ سُننے سے ضرر پہنچتا ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ تربیّت اور اصلاح چاہتا ہے تو ردّ کرنا ہی اجابتِ دُعا ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کسی دُعا میں ناکام رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دُعا ردّ کر دی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ اُس کی دُعا کو سُن لیتا ہے۔ اور وُہ اجابت بصورت ردّ ہی ہوتی ہے کیونکہ اُس کے لئے در پردہ اور حقیقت میں بہتری اور بھلائی اُس کے ردّ ہی میں ہوتی ہے۔ انسان چونکہ کوتاہ بین اور دُور اندیش نہیں بلکہ ظاہر پرست ہے۔ اس لئے اس کو مناسب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا کرے اور وُہ بظاہر اس کے مُفید مطلب نتیجہ خیز نہ ہو۔ تو خدا پر بدظن نہ ہو کہ اُس نے میری دُعا نہیں سُنی۔ وُہ تو ہر ایک کی دُعا سُنتا ہے۔ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ[1] فرماتا ہے۔ راز اور بھید یہی ہوتا ہے کہ داعی کے لئے خیر اور بھلائی ردّ دُعا ہی میں ہوتی ہے۔

## دُعا کا اصُول

دُعا کا اُصول یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولِ دُعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا ہے۔ دیکھو بچّے کس قدر اپنی ماؤں کو پیارے ہوتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن اگر بچّے بیہودہ طور پر اصرار کریں اور رو کر تیز چاقو یا آگ کا روشن اور چمکتا ہوا انگارا مانگیں تو کیا ماں باوجود سچّی محبت اور حقیقی دلسوزی کے کبھی گوارا کریگی کہ اس کا بچّہ آگ کا انگارا لے کر ہاتھ جلا لے یا چاقو کی تیز دھار پر ہاتھ مار کر

[1] المومن: ۶۱

ہاتھ کاٹ لے۔ ہرگز نہیں۔ اسی اصُول سے اجابتِ دُعا کا اصُول سمجھ سکتے ہیں۔ مَیں خود اس امر میں ایک تجربہ رکھتا ہوں کہ جب دُعا میں کوئی جُزو مُضر ہوتا ہے۔ تو وہ دُعا ہرگز قبول نہیں ہوتی ہے۔ یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارا علم یقینی اور صحیح نہیں ہوتا بہت سے کام ہم نہایت خوشی سے مُبارک سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں اُن کا نتیجہ بہت ہی مُبارک خیال کرتے ہیں۔ مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چمٹ جاتا ہے۔ غرض یہ کہ خواہشاتِ انسانی سب پر صاد نہیں کر سکتے۔ کہ سب صحیح ہیں۔ چونکہ انسان سہو اور نسیان سے مرکّب ہے۔ اس لئے ہونا چاہیئے اور ہوتا ہے کہ بعض خواہش مُضر ہوتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اُس کو منظور کر لے تو یہ امر منصبِ رحمت کے صریح خلاف ہے۔ یہ ایک سچّا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے اور ان کو قبولیّت کا شرف بخشتا ہے۔ مگر ہر رطب و یابس کو نہیں۔ کیونکہ جوشِ نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دُعا کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے اُن مضرتوں اور بدنتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دُعا کے تحت میں بصورتِ قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں، اُسے رَدّ کر دیتا ہے۔ اور یہ ردّ دُعا ہی اس کے لئے قبولِ دُعا ہوتا ہے۔ پس ایسی دُعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ مگر مُضر دُعاؤں کو بصورتِ رد قبول فرما لیتا ہے۔ مجھے یہ الہام بارہا ہو چکا ہے اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ دُوسرے لفظوں میں یُوں کہو کہ ہر ایک ایسی دُعا جو نفس الامر میں نافع اور مُفید ہے قبول کی جائے گی۔ میں جب اِس خیال کو اپنے دِل میں پاتا ہوں تو میری روح لذّت اور سرُور سے بھر جاتی ہے۔ جب مجھے یہ اوّل ہی اوّل اِلہام ہوا قریباً پچیس یا تیس برس کا عرصہ ہوتا ہے تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ میری دُعائیں جو میرے یا میرے احباب کے متعلق ہوں گی ضرور قبول کریگا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اس معاملہ میں بُخل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک انعامِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے متّقین کی صفت میں فرمایا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ[1]۔ پس مَیں نے اپنے دوستوں کے لئے یہ اصُول کر رکھا ہے کہ خواہ وہ یاد دلائیں یا نہ یاد دلائیں۔ کوئی امرِ خطیر پیش کریں یا نہ کریں۔ اُن کی دِینی اور

[1] البقرۃ : ۴

دُنیوی بھلائی کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔

## قبولِ دُعا کیلئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں

مگر یہ بات بھی بحضور دِل سُن لینی چاہیئے کہ قبولِ دُعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ اُن میں سے بعض تو دُعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق دُعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وُہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدّنظر رکھے۔ اور اس کے غِنار ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اور صُلحکاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دُعا کے لئے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے۔ اور اگر وُہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اُس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دُعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں۔ اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دُعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور اُن کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پَیدا ہو سکتی ہیں۔

## تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔ کیونکہ یہی شریعت کا خُلاصہ ہے

اُن کو چاہیئے کہ وُہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو شریعت کا خُلاصہ کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغزِ شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں۔ لیکن اگر طالبِ صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اُس راستی اور طلبِ صِدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ[1]۔ گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اُس کا وعدہ ہے۔ اور اُس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[2]۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرطِ قبولیّتِ دُعا کے لئے ایک غیر منفک شرط ہے۔ تو ایک اِنسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیّتِ دُعا چاہے تو کیا وُہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہر ایک اُن

[1] المائدۃ: ۲۸ [2] الرعد: ۳۲

ہیں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے۔ تاکہ قبولیتِ دُعا کا سرُور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حِصّہ لے + . . . . . . . . . . . . . . .

## مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے

جیسے آیا ہے کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَتَ الْمُؤْمِنِ۔ یعنی مومن کی فراست سے بچو کیونکہ تمہاری آورد ہے اور اس کی آمد۔ تمہارا قال ہے اُس کا حال۔ جیسے ایک گھڑی چلتی ہے۔ اس کے پُرزے تو اُسے چلاتے رہیں گے۔ اب اِس میں تم تین بجے کی جگہ سات بجے کا وقت کہہ سکتے ہو۔ مگر گھڑی جو اسی مطلب کے لئے بنائی گئی ہے وُہ تو ٹھیک وقت بتلائے گی اور خطا نہ کرے گی۔ پس اگر اُس سے جھگڑو گے تو بجز خِفّت کیا لوگے؟ اسی طرح سے یاد رکھو کہ متّقی کا یہ کام نہیں کہ وہ اُن لوگوں سے جھگڑے اور مقابلہ کرے جو قُربِ الٰہی کا درجہ رکھتے ہیں اور دُنیا میں مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ پس مومن کے مقابلہ کے وقت ڈرو۔ اِتَّقُوْا کے مصداق بنو۔ ایسا نہ ہو کہ تم جھوٹے نکلو اور پھر اس غلط کاری کے بدترین نتائج بُھگتو۔ کیونکہ مومن تو اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے۔ اور وہ نُور تم کو نہیں مِلا۔ اس لئے تم ٹیڑھے چل سکتے ہو۔ مگر مومن ہمیشہ سیدھا ہی چلتا ہے۔ تم خود ہی بتلاؤ کہ کیا وہ شخص جو ایک تاریکی میں چل رہا ہے۔ اس آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ جو چراغ کی روشنی میں جا رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ[1]۔ کیا اندھا اور بینا مُساوی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پس جب ہم اسباب کو دیکھتے ہیں۔ تو پھر کس قدر غلطی ہے کہ ہم اس سے فایدہ نہیں اُٹھاتے +

غرض یہ ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے۔ اور مقابلۂ مومن کے لئے تیار ہو جانا دانشمند انسان کا کام نہیں ہے۔ اور مومن کی شناخت اِنہیں آثار و نشانات سے ہو سکتی ہے جو ہم نے ابھی بیان کئے ہیں۔ اِسی فراستِ الٰہیہ کا رُعب تھا جو صحابہ کرامؓ پر تھا۔ اور ایسا ہی انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ یہ رُعب بطور نشان الٰہی آتا ہے۔ وہ پُوچھ لیتے تھے کہ اگر یہ وحی الٰہی ہے تو ہم مخالفت نہیں کرتے اور وہ ایک ہیبت میں آجاتے تھے + . . . . . . . . . . . . .

[1] الانعام: ۵۱

# اخلاق انسان کے صالح ہونے کی نشانی ہیں

اب میں ایک اَور ضروری اور اشد ضروری بات بیان کرنی چاہتا ہوں۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ لاپرواہی اور عدم توجہی سے نہ سُنے۔ یاد رکھو کہ اخلاق انسان کے صالح ہونے کی نشانی ہیں۔ عام طور پر حدیث شریف میں مُسلمانوں کی یہی تعریف آئی ہے کہ مُسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مُسلمان سلامت رہیں۔

یہانتک حضورؑ نے تقریر فرمائی تھی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا چنانچہ آپ نے اور کل حاضرین نے نہایت خلُوص اور سچے جوش سے نماز عصر ادا کی اور پھر سب کے سب ہمہ تن گوش ہو کر **مردِ خُدا** کی باتیں سُننے لگے اور آپ نے تقریر کو پھر شروع کیا۔ (ایڈیٹر)

مَیں نے اس ذکر کو چھوڑا تھا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دُعا تعلیم کرنے میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ کہ انسان تین پہلو ضرور مدِّنظر رکھے۔ اوّل۔ اخلاقی حالت۔ دوم حالت عقائد۔ سوم اعمال کی حالت۔ مجموعی طور پر یُوں کہو کہ انسان خدا داد قوتوں کے ذریعے سے اپنے حال کی اصلاح کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ یہ مطلب نہیں کہ اصلاح کی صُورت میں دُعا نہ کرے۔ نہیں اُس وقت بھی مانگتا رہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں فاصلہ نہیں ہے۔ البتہ اِیاک نعبد میں تقدّم زمانی ہے۔ کیونکہ جس حال میں اپنی رحمانیت سے بغیر ہماری دُعا اور درخواست کے ہمیں انسان بنایا اور انواع و اقسام کی قوتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں۔ اس وقت ہماری دُعا نہ تھی اسوقت خدا کا فضل تھا اور یہی تقدّم ہے۔

. . . . . . . . . . . .

## اخلاق سے کیا مراد ہے

اب سوچنا چاہیئے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو مانگنی چاہئیں۔ اوّل اخلاق۔ جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اخلاق سے کوئی صرف نرمی کرنا ہی مراد نہ لیلے۔ خُلق اور خَلق دو لفظ ہیں۔ جو بالمقابل معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے۔ جیسے کان ناک۔ یہانتک کہ بال وغیرہ بھی سب خَلق میں شامل ہیں۔ اور خُلق باطنی پیدائش کا نام

ہے۔ ایسا ہی باطنی قویٰ جو انسان اور غیر انسان میں مابہ الامتیاز ہیں۔ وُہ سب خُلق میں داخل ہیں۔ یہانتک کہ عقل فکر وغیرہ تمام قوتیں خُلق ہی میں داخل ہیں ٭

خُلق سے انسان اپنی انسانیت کو درست کرتا ہے۔ اگر انسانوں کے فرائض نہ ہوں تو فرض کرنا پڑیگا کہ آدمی ہے؟ گدھا ہے؟ یا کیا ہے؟ جب خُلق میں فرق آجاوے تو صُورت ہی رہتی ہے۔ مثلاً عقل ماری جاوے تو مجنون کہلاتا ہے۔ صرف ظاہری صورت سے ہی انسان کہلاتا ہے۔ پس اخلاق سے مراد خدا تعالیٰ کی رضا جوئی (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عملی زندگی میں مجسّم نظر آتا ہے) کا حصول ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے طرز زندگی کے موافق اپنی زندگی بنانے کی کوشش کرے یہ اخلاق بطور بنیاد کے ہیں اگر وہ متزلزل رہے تو اس پر عمارت نہیں بنا سکتے۔ اخلاق ایک اینٹ پر دوسری اینٹ کا رکھنا ہے۔ اگر ایک اینٹ ٹیڑھی ہو۔ تو ساری دیوار ٹیڑھی رہتی ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

خشتِ اول چُوں نہد معمار کج ٭ تا ثریّا مے رَود دِیوار کج

## سب سے اکمل نمونہ اور نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں جو جمیع اخلاق میں کامل ہیں

ان باتوں کو نہایت توجّہ سے سُننا چاہیئے۔ اکثر آدمیوں کو میں نے دیکھا اور غور سے مُطالعہ کیا ہے۔ کہ بعض سخاوت تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی غصّہ ور اور زُود رنج ھیں۔ بعض حلیم تو ہیں لیکن بخیل ہیں۔ بعض غضب اور طیش کی حالت میں ڈنڈے مار مار کر گھائل کر دیتے ہیں۔ مگر تواضع اور انکسار نام کو نہیں۔ بعض کو دیکھا ہے کہ تواضع اور انکسار تو اُن میں پرلے درجہ کا ہے مگر شجاعت نہیں ہے۔ یہانتک کہ طاعُون اور ہیضہ کا نام بھی سُن لیں تو دست لگ جاتے ہیں۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ جو ایسے طور پر شجاعت نہیں کرتا اس کا ایمان نہیں۔ صحابہ کرامؓ میں بھی بعض ایسے تھے کہ اُن کو لڑائی کی قوت اور جاتِج نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کو معذُور رکھتے تھے۔ یہ اخلاق بہت ہیں۔ میں نے جلسۂ مذاہب کی تقریر میں اُن سب کو واضح طور پر اور مفصّل بیان کیا ہے۔ ہر انسان جامع صِفات بھی نہیں اور بالکل محرُوم بھی نہیں ہے۔ سب سے اکمل نمُونہ اور نظیر آنحضرت صلعم ہیں۔

جو جمیع اخلاق میں کامل تھے۔ اسی لئے آپ کی شان میں فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [1]

## رسول کریمؐ اور حضرت مسیحؑ کے اخلاق کا مقابلہ

ایک وقت ہے کہ آپ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں۔ تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں۔ تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا بینظیر اور کامل نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے۔ جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرلے۔ اس کا پھل اس کا پھول۔ اور اس کی چھال، اس کے پتّے غرضکہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس عظیم الشّان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتے ہیں۔ لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت صلعم کے پاس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سُبحان اللہ کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں۔ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کرسکتے۔ مگر یہ مرد میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشدیا۔ بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی۔ اور آپ نبوّت کا دعویٰ کرتے تھے۔ کہ محمد رسول اللہ میں ہوں۔ کہتے ہیں حضرتؐ کی پیشانی پر ستّر زخم لگے مگر زخم خفیف تھے۔ یہ خُلقِ عظیم تھا۔

ایک وقت آتا ہے کہ آپؐ کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے پاس بھی نہ ہوں۔ آپؐ نے وہ سب ایک سائل کو بخشدیں۔ اب اگر پاس نہ ہوتا تو کیا بخشتے۔ اگر حکومت کا رنگ نہ ہوتا تو یہ کیونکر ثابت ہوتا کہ آپ واجب القتل کفار مکّہ کو باوجود مقدرتِ انتقام کے بخش سکتے ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمان عورتوں کو سخت سے سخت اذیتیں اور تکلیفیں دی تھیں۔ جب وہ سامنے آئے

[1] القلم : ۵

تو آپ نے فرمایا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ[1] میں نے آج تم کو بخشدیا۔ اگر ایسا موقع نہ ملتا تو ایسے اخلاق فاضلہ حضور کے کیونکر ظاہر ہوتے۔ یہ شان آپ کی اور صرف آپ کی ہی تھی۔ کوئی ایسا خلق بتلاؤ جو آپؐ میں نہ ہو اور پھر بدرجہ غایت کامل طور پر نہ ہو۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ان کے اخلاق بالکل مخفی ہی رہے۔ شریر یہود جن کو گورنمنٹ کے ہاں کرسیاں ملتی تھیں اور رومی گورنمنٹ ان کے گروہ کی وجہ سے عزت کرتی تھی۔ مسیحؑ کو تنگ کرتے رہے۔ مگر کوئی اقتدار کا وقت حضرت مسیحؑ کی زندگی میں ایسا نہ آیا جس سے معلوم ہو جاتا کہ وہ کہانتک باوجود مقدرت انتقام کے عفو سے کام لیتے ہیں۔ مگر برخلاف اس کے آنحضرت صلعم کے اخلاق ایسے ہیں۔ کہ وہ مشاہدہ اور تجربہ کی محک پر کامل العیار ثابت ہوئے۔ وہ صرف باتیں ہی نہیں بلکہ اُن کی صداقت کا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسے ہندسہ اور حساب کے اصول صحیح اور یقینی ہیں اور ہم دو اور دو چار کی طرح اُن کو ثابت کر سکتے ہیں لیکن کسی اور نبی کا متبع ایسا نہیں کر سکتا۔ اِسی لئے آپ کی مثال ایک ایسے درخت سے دی جس کی جڑھ، چھال، پھل، پھول، پتے غرض ہر ایک چیز مفید اور غایت درجہ مفید۔ راحت رساں اور سرور بخش ہے۔ چونکہ جناب سرور کائنات علیہ التحیات کے بعد اُمت میں ایک تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے وہ جامعیت اخلاق بھی نہ رہی۔ بلکہ جُدا جُدا اور متفرق طور پر وہ مجموعۂ اخلاق پھیل گیا۔ اس لئے بعض آدمی بعض اخلاق کو آسانی سے صادر کر سکتے ہیں۔

. . . . . . . . . . . . . .

## تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں

جب تک انسان مجاہدہ نہ کریگا۔ دعا سے کام نہ لے گا وہ غمرہ جو دل پر پڑ جاتا ہے دور نہیں ہو سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ[2] یعنی خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی آفت اور بلا کو جو قوم پر آتی ہے دور نہیں کرتا ہے جب تک خود قوم اس کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہمت نہ کرے۔ شجاعت سے کام نہ لے تو کیونکر تبدیلی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک لاتبدیل سنت ہے جیسے فرمایا۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا[3]

[1] الشمس: ۱۰-۱۱ [2] الرعد: ۱۲ [3] الاحزاب: ۶۳

پس ہماری جماعت ہو یا کوئی ہو وہ تبدیلِ اخلاق اُسی صُورت میں کر سکتے ہیں جبکہ مجاہدہ اور دُعا سے کام لیں۔ ورنہ ممکن نہیں ہے ۔

. . . . . . . . . . . . .

## توبہ حصُولِ اخلاق کیلئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے
## توبہ کے لئے تین شرائط

توبہ دراصل حصُولِ اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق سیّئہ کی تبدیلی چاہتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سچّے دل اور پکّے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔ بدُوں اُن کی تکمیل کے سچّی توبہ جسے توبۃ النّصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی۔ ان ہر سہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اقلاع کہتے ہیں۔ یعنی اُن خیالاتِ فاسدہ کو دُور کر دیا جاوے جو ان خصائل ردیّہ کے محرک ہیں ۔

اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اُن خیالاتِ فاسد و تصوراتِ بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو۔ تو اُسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دِل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے۔ تصوّرات کا اثر بہت زبردست اثر ہے۔ اور میں نے صُوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصوّر کو یہانتک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصوّر کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ پس جو خیالات بدلذّات کا مُوجب سمجھے جاتے تھے۔ ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے ۔

دوسری شرط ندم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے۔ کہ وہ اُس کو ہر بُرائی پر متنبّہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کو معطّل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے اِرتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال

کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چند روزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہانتک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے آخر ان سب لذاتِ دنیا کو چھوڑنا ہو گا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر اُن کے اِرتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وُہ انسان جو توبہ کی طرف رجُوع کرے اور جس میں اوّل اقلاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالات فاسدہ و تصوّرات بیہودہ کو قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادِم ہو۔ اور اپنے کئے پر پشیمان ہو ۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمم ارادہ کرلے کہ پھر ان بُرائیوں کی طرف رجُوع نہ کریگا۔ اور جب وُہ مداومت کریگا۔ تو خدا تعالیٰ اسے سچّی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہانتک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زایل ہو کر اخلاقِ حسنہ اور افعالِ حمیدہ اُس کی جگہ لے لیں گے۔ اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالےٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وُہی ہے جیسے فرمایا۔ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا[1] ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا[2] اُس کی حقیقت ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو کامل کر کے انسان کسل اور سُستی کو چھوڑ دے اور ہمہ تن مستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیل اخلاق کر دے گا ۔

## اصلی شہ زور اور بہادر کون ہے

ہماری جماعت میں شہزور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں۔ بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیلی اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ شہزور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے نہیں نہیں۔ اصلی بہادر وُہی ہے جو تبدیل اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو۔ کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے ۔

.............

[1] البقرة: ۱۶۶ [2] النساء: ۲۹

## ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے پس عُمدہ حالت میں اس دُنیا سے کُوچ کرو

پس مَیں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سُن رکھیں کہ وُہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں اور اُن کو صرف ایک قصّہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں بلکہ میں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچّی ہمدردی سے جو فطرتاً میری رُوح میں ہے کی ہیں۔ اُن کو گوشِ دِل سے سُنو اور اُن پر عمل کرو!

ہاں خوب یاد رکھو اور اِس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے پس اگر ہم عُمدہ حالت میں یہاں سے کُوچ کرتے ہیں تو ہمارے لئے مُبارکی اور خوشی ہے۔ ورنہ خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بُری حالت میں جاتا ہے۔ تو مکان لبید اُس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے یعنی نزع کی حالت ہی سے اُس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى[1] یعنی جو شخص مُجرم بن کر آویگا۔ اُس کے لئے ایک جہنّم ہے جس میں نہ مریگا اور نہ زندہ رہے گا۔ یہ کیسی صاف بات ہے۔ اصل لذّت زندگی کی راحت اور خوشی ہی میں ہے۔ بلکہ اسی حالت میں وُہ زندہ متصوّر ہوتا ہے جبکہ ہر طرح کے امن و آرام میں ہو۔ اگر وُہ کسی درد مثلاً قولنج یا دردِ دانت ہی میں مبتلا ہو جاوے تو وہ مُردوں سے بدتر ہوتا ہے اور حالت ایسی ہوتی ہے کہ نہ تو مُردہ ہی ہوتا ہے اور نہ زِندہ ہی کہلا سکتا ہے پس اِسی پر قیاس کر لو۔ کہ جہنّم کے دردناک عذاب میں کیسی بُری حالت ہوگی؛

## مُجرم وُہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلّق قطع کرلے

مُجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلّق کاٹ لیوے۔ اُس کو تو حکم تھا کہ وُہ خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاتا اور صادقوں کے ساتھ ہو جاتا مگر وُہ ہوا و ہوس کا بندہ بن کر رہا اور شریروں اور دشمنانِ خدا و رسُول سے مُوافقت کرتا رہا۔ گویا اس نے اپنے طرزِ عمل سے دکھا دیا کہ خدا تعالیٰ سے قطع تعلّق کر لیا ہے۔ یہ ایک عادۃُ اللہ ہے کہ انسان جدھر قدم اُٹھاتا ہے۔ اُس کی مخالف جانب سے وُہ دُور ہوتا جاتا ہے۔ وُہ خدا تعالیٰ کی طرف سے

[1] طٰہٰ: ۷۵

الگ ہو کر اگر ہوا و ہوسِ نفسانی کا بندہ ہوتا ہے تو خدا اُس سے دُور ہوتا جاتا ہے ۔ اور جوں جوں ادھر تعلقات بڑھتے ہیں اُدھر کم ہوتے ہیں۔ یہ مشہور بات ہے۔ کہ دِل را بدِل رہیست پس اگر خدا تعالیٰ سے عملی طور پر بیزاری ظاہر کرتا ہے تو سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ بھی اُس سے بیزار ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور پانی کی طرح اس کی طرف جھکتا ہے ۔ تو سمجھ لے کہ وُہ مہربان ہے۔ محبت کرنے والے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اُس کو محبت کرتا ہے۔ وُہ وُہ خدا ہے کہ اپنے محبوں پر برکات نازل کرتا ہے۔ اور اُن کو محسوس کرا دیتا ہے ۔ کہ خدا اُن کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے کلام میں ، اُن کے لبوں میں برکت رکھ دیتا ہے اور لوگ اُن کے کپڑوں اور اُن کی ہر بات سے برکت پاتے ہیں۔ اُمتِ محمدیہ میں اِس کا بیّن ثبوت اِس وقت تک موجُود ہے ۔

## جو خدا تعالیٰ کیلئے ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے

کہ جو خدا کے لئے ہوتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کرلے۔ نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچا دے۔ اِمتحان دینے والا کامیاب نہ ہو۔ مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔ اس کا سچّا وعدہ ہے۔ کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا[1]۔ خدا تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا۔ وُہ آخر منزلِ مقصُود پر پہنچا۔ دُنیوی امتحانوں کے لئے تیاریاں کرنے والے ، راتوں کو دِن بنا دینے والے طالبعلموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بیحد اور بے اَنت ہے۔ اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دیگا ؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ[2]۔ اور پھر فرماتا ہے۔ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ[3]۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزارہا طالبِ علم سالہا سال کی محنتوں اور مشقتوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر روتے رَہ جاتے ہیں اور خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ایسا ہے کہ وُہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ انسان دُنیا میں ظنّی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ

[1] العنکبوت : ۷۰ [2] التوبہ : ۱۲۰ [3] الزلزال : ۸

ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام اپنے اُوپر گویا حرام کر لیتا ہے۔ اور صرف خُشک امید پر کہ شاید کامیاب ہو جاویں۔ ہزار رنج اور دُکھ اُٹھاتا ہے۔ تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے لگا دیتا ہے۔ مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور نفع ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے کی (جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں کہ جس کی طرف قدم اٹھانے والے کی ذرا بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی) مَیں اس قدر دوڑ دھوپ اور سرگرمی نہیں پاتا ہوں۔ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے؟ وہ کیوں نہیں ڈرتے۔ کہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ کیا وہ ان ناکامیوں کو دیکھ کر بھی اس تجارت کے فکر میں نہیں لگ سکتے۔ جہاں خسارہ کا نام و نشان ہی نہیں۔ اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا۔ ...............

## ہماری جماعت کے لوگ میرے مُرید ہو کر مجھے بدنام نہ کریں

جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ وُہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اُس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہوگئی ہے اور تہمت لگاتے ہیں کہ افترا، غیظ و غضب میں مُبتلا ہیں۔ کیا یہ اُن کے لئے باعِث ندامت نہیں ہے کہ انسان عُمدہ سمجھ کر اس سِلسِلہ میں آیا تھا جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیکنامی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ بَیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی لئے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہّرات کو امّہات المومنین کہا ہے گویا کہ حضوؐر عامۃ المومنین کے باپ ہیں جسمانی باپ زمین پر لانے کا مُوجب ہوتا ہے اور حیات ظاہری کا باعث۔ مگر رُوحانی باپ آسمان پر لے جاتا اور اس مرکزِ اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے؟ اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اور ایسے افعالِ قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا مُوجب ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فِعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ ناخلف

بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبانِ خلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اُس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فُلاں شخص کا بیٹا فلاں بَد کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اُس سلسلہ کی عظمت اور عزّت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے۔ تو وُہ عِنداللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کیونکہ وُہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا۔ بلکہ دوسروں کے لئے ایک بُرا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محرُوم رکھتا ہے۔ پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پُوری طاقت اور ہمّت سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آجاؤ وہاں صِدق اور یقین سے ہاتھ اُٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اُٹھائے ہوئے ہاتھ جو صِدق اور یقین کی تحریک سے اُٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دُعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ؎

یہ ایک یقینی بات ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے اَبنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وُہ بخیل ہے۔ اگر مَیں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے۔ تو میرا فرض ہے کہ میں پُکار پُکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس اَمر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ کوئی اُس پر عمل کرتا ہے یا نہیں ع

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

## میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی چاہتا ہوں

اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے میں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مُناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں مَیں ثواب کی نیّت سے کہتا ہوں۔ نہیں! میں اپنے نفس میں اِنتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وُہ وجُوہ نامعلوم ہیں۔ کہ کیوں یہ جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں رُک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ لوگ اِن باتوں کو ایسے آدمی

کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو۔ اُن پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو اوران آدمیوں کو جو ہم سے دُور ہیں۔ اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر مجھے بتلاؤ۔ کہ یہاں آنے سے کیا مطلب ہے۔ میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے۔ تاکہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے اور وہ نا اُمید ہو جاویں۔ کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے وُہ کیوں؟ اس عظیم الشّان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے اُن کو شرمندہ کیا۔

## عکرمہؓ کا پاک نمونہ

عکرمہؓ کا حال تم نے سُنا ہو گا۔ اُحدؔ کی مصیبت کا بانی مبانی یہی تھا۔ اور اُس کا باپ ابوجہل تھا۔ لیکن آخر اُسے صحابہ کرامؓ کے نمونوں نے شرمندہ کر دیا۔ میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا جیسا صحابہ کرامؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ہمارا چچا زاد کہاں سے کہاں پہنچا۔ آخر اُنہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ سمجھا۔

عکرمہ نے ایک وقت ذاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر حملہ کیا اور دوسرے وقت لشکرِ کفّار کو درہم برہم کیا۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں صحابہؓ نے جو پاک نمونے دکھائے ہیں۔ ہم آج فخر کے ساتھ ان کو دلائل اور آیات کے رنگ میں بیان کر سکتے ہیں چنانچہ عکرمہؓ ہی کا نمونہ دیکھو کہ کُفر کے دنوں میں کُفر۔ عُجب وغیرہ خصائل بد اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ بس چلے تو اسلام کو دُنیا سے نابود کر دے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کے فضل نے اس کی دستگیری کی اور وہ مشرّف باسلام ہوا۔ تو ایسے اخلاق پیدا ہوئے۔ کہ وہ عُجب اور پندار نام تک کو باقی نہ رہا اور فروتنی اور انکسار پیدا ہوا کہ وہ انکسار حجّۃ الاسلام ہو گیا اور صداقت اسلام کے لئے ایک دلیل ٹھہرا۔ ایک موقع پر کفّار سے مقابلہ ہوا۔ عکرمہؓ لشکر اسلام کا سپہ

سالار تھا۔ کفار نے بہت سخت مقابلہ کیا یہانتک کہ لشکر اسلام کی حالت قریب شکست کھانے کے ہوگئی۔ عکرمہ نے جب دیکھا تو گھوڑے سے اُترا۔ لوگوں نے کہا آپ کیوں اُترتے ہیں۔ شاید اِدھر اُدھر ہونے کا وقت ہو تو گھوڑا مدد دے۔ تو اُس نے کہا۔ اِس وقت مجھے وُہ زمانہ یاد آگیا ہے جب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقابلہ کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جان دے کر گناہوں کا کفارہ کروں۔ اب دیکھئے کہ کہاں سے کہاں تک حالت پہنچی کہ بار بار محامد سے یاد کیا گیا۔ یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی رضا ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو اُس کی رضا اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جا بجا اُن کو رضی اللہ عنہم کہا ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ ہر شخص ان اخلاق کی پابندی کرے۔

## عقائدِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کو بھی مدّنظر رکھو

علاوہ ازیں دو حصّے اَور بھی ہیں جن کو مدّنظر رکھنا صادق اخلاص مند کا کام ہونا چاہیئے۔ اُن میں سے ایک عقائدِ صحیحہ کا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال فضل ہے کہ اُس نے کامل اور مکمل عقائد کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بدُوں مشقّت ومحنت کے دکھائی ہے۔ وُہ راہ جو آپ لوگوں کو اِس زمانہ میں دکھائی گئی ہے بہت سے عالِم ابھی تک اُس سے محرُوم ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اِس فضل اور نعمت کا شکر کرو۔ اور وُہ شکر یہی ہے کہ سچّے دِل سے اُن اعمالِ صالحہ کو بجا لاؤ جو عقائدِ صحیحہ کے بعد دُوسرے حِصّہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دُعا مانگو کہ وُہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے۔ حِصّہ عبادات میں صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ امُور شامل ہیں۔ اب خیال کرو کہ مثلاً نماز ہی ہے۔ یہ دُنیا میں آئی ہے لیکن دُنیا سے نہیں آئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

## نماز کے پانچ وقت دراصل رُوحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکّم اور جبر کے

طور پر نہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل رُوحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ[1]۔ یعنی قائم کرو نماز کو دلوک الشمس سے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامِ صلوٰۃ کو دلوک شمس سے لیا ہے۔ دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے۔ لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے۔ اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔ اس میں حکمت اور سِرّ کیا ہے۔ قانونِ قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلّل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔ پس یہ طبعی نماز بھی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے۔ جب حُزن اور ہمّ و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اُس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے۔ تو کس قدر تذلّل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اُس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ طبیعت میں کیسی رقّت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہو گا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النّہار کے بعد زوال شروع ہوا۔ کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اُسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو؟ اس قسم کے تردّدات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نمازِ ظہر کے قائم مقام ہے۔ اور اُس کی عکسی حالت نمازِ ظہر ہے۔ اب دوسری حالت اُس پر وُہ آتی ہے جبکہ وُہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے فریقِ مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں اور وُہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے۔ یہ وُہ حالت اور وقت ہے۔ جو نمازِ عصر کا نمونہ ہے۔ کیونکہ عصر گھونٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب حالت اَور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فردِ قرارداد جُرم لگ جاتی ہے۔ تو یاس اور نااُمیدی بڑھتی ہے۔ کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔ یہ وُہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔ پھر جب حکم سُنایا گیا اور کنسٹبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ رُوحانی طور پر نمازِ عشا کی عکسی تصویر ہے۔ یہانتک کہ نماز کی صُبحِ صادق ظاہر ہوئی

[1] بنی اسرائیل: ۷۹

اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا[1] کی حالت کا وقت آگیا۔ تو روحانی نماز فجر کا وقت آگیا۔ اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

## تم اپنے اخلاق و عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو جو دوسروں کیلئے موجب ہدایت و سعادت ہو

القصہ میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو۔ اُس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں، عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو۔ جو دُوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا مُوجب ہو۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ ۱۳۰۔۱۲۷)

صفحہ ۳ سے آگے

کی قطاروں، گائیوں کے گلوں اور بکریوں کے ریوڑوں سے وادیاں بھر گئیں کچھ مدت کے بعد پھر فرشتہ کوڑھی کے پاس خاص غریبانہ شکل وصورت میں آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں۔ میرے تمام ذرائع ختم ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے سوا آج میرا کوئی وسیلہ نہیں جس سے میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکوں، میں اس خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے تجھے خوبصورت رنگ دیا، ملائم جلد دی اور بے شمار مال عنایت کیا۔ اس پر اس نے کہا۔ مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں، میں ہر ایک کو کس طرح دے سکتا ہوں۔ انسان نما فرشتہ نے کہا۔ تو وہی کوڑھی غریب اور محتاج نہیں ہے۔ جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت عطا فرمائی اور مال دیا۔ اس پر وہ بولا۔ تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ مال تو مجھے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا ہے یعنی میں خاندانی امیر ہوں۔ اس پر فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ گنجے کے پاس آیا اور اسکو بھی وہی کہا جو پہلے کو کہا تھا اسنے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا اس پر فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ فرشتہ اسی ہیئت اور صورت میں اندھے کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ میں غریب مسافر ہوں۔ سفر کے ذرائع ختم ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا منزلِ مقصود تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں پاتا تجھ سے میں اس خدا کا واسطہ دیکر مانگتا ہوں جس نے تجھے تیری نظر واپس دیدی اور تجھے مال و دولت سے نوازا۔ اس آدمی نے کہا بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نظر عطا کی۔ غریب تھا اس نے مال دیا۔ جتنا چاہو اس مال میں سے لے لو اور جتنا چاہو چھوڑ دو۔ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم آج جو کچھ بھی تم لو اس میں سے کسی قسم کی تکلیف اور تنگی محسوس نہیں کروں گا۔ اس پر اس انسان نما فرشتہ نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھ۔ یہ تو تمہاری آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے خوش ہے اور تیرے دوسرے ساتھیوں سے ناراض ہے۔ تو اس کی رحمت کا مستحق اور وہ اس کے غضب کے مورد بن گئے۔

[1] الانشراح: ۷

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عباداتِ الٰہیہ

(مکرم سلیم الدین صاحب مربی سلسلہ)

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان کی یہ خصوصیت یاد رکھنے کے لائق ہے اور یہ اس کے ام الالسنہ ہونے کیلئے ایک زبردست دلیل ہے کہ جو لغت کسی چیز کیلئے وضع کی گئی ہے اس چیز یا اس امر کی حقیقت بھی اسی لغت میں بیان کی ہوئی ہوتی ہے۔ لفظ عبادت کا ماضی عبد ہے۔ اور اس کے مندرجہ ذیل معنی ہیں۔

طَاعَ لَهٗ وَ خَضَعَ وَذَلَّ وَخَدَمَهٗ وَالْتَزَمَ شَرَائِعَ دِیْنِهٖ وَوَحَّدَهٗ (اقرب الموارد)

یعنی اس کی اطاعت کی اس کے حکم کے آگے سر کو جھکایا اور اس کی خدمت کی اور اس کے دین کے احکام پر مستقل طور پر عمل کرنے لگا اور اس کی توحید کا اقرار کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی تصنیف "ایام الصلح" میں عبادت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عجب نہ رہے اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَوْرٌ مُعَبَّدٌ وَ طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس راہ کو طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ کہتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال پیدا کیا اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کے گزر کیلئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی"

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 395)

عبادت اور خدا سے محبت کا جوش اللہ تعالیٰ نے انسانی قلوب میں خود اپنے ہاتھ سے رکھا ہے۔ اگر عباداتؑ کا طریق درست ہو اور محرکات میں سے بہترین محرک کار فرما ہو تو تب ہی کوئی شخص مسابقت کے اس میدان میں اول آسکتا ہے اور ہمیں آج یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ فخرالاولین والآخرین سید دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے محبت کے اس میدان میں سب سے اول رہے۔ اول ہیں اور اول رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔۔

سرور خاصان حق شاہ گروہ عاشقاں
آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

صوفیا نے دنیا سے قطع تعلق کرنے اور خدا کیطرف بڑھنے کا نام صعود رکھا ہے اور اب جس نسبت سے محرکات صعود قوی ہونگے اسی نسبت سے بلندی کا برتر مقام اسے

حاصل ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ قرب کی آخری منزل تک جا پہنچے گا۔ ترک دنیا اور فقر خود اختیاری کے موجبات میں سے ایک امنگ کا کم ہونا ہو سکتا ہے دوسرا نعمائے دنیا سے بیزاری ہو سکتا ہے عدم ضرورت بھی طبیعت میں قناعت پیدا کر دیتی ہے۔ بالبداہت یہ موجبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں کار فرما نہ تھے۔ ایک اور موجب کسی کی محبت ہے۔ محبت انسان کو ہر نعمت سے بے نیاز کر کے رکھ دیتی ہے۔ یہ محبت اگر کسی ایسے وجود سے ہو جو سب حسینوں کا حسین اور بادشاہوں کا بادشاہ اور کبھی غروب نہ ہونے والا ہو تو پھر دنیا کی کوئی نعمت بھی اس کے عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی۔

آنحضور ﷺ ابھی بچے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک سے دنیا کی ملونی دھو کر اس میں صرف اور صرف اپنی محبت بھر دی تھی۔ پس آپ کی سیر چشمی، طہارت نفس، دنیا سے بے نیازی سارے جہان سے پیار صرف اور صرف ایک ہی وجہ سے تھا کہ آپ نے کسی حسین ترین دلبر کسی جان جہاں کسی نور الانوار کے چہرے کو دیکھ لیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اغیار نے بھی بے اختیار ہو کر کہا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ اور اس دور میں ڈاکٹر اسپرنگر جیسا عیسائی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ

"جس کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا اور جس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا اور غرض رعد و آواز آب و طیور کے نغمہ حمد الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔" (لائف آف محمد صفحہ 89 الہ آباد)

ایک دن بھی بتوں کیطرف توجہ نہ دینا، ان سے ہر قسم کی بیزاری کا اعلان کرنا اور توحید خالص کا قائل رہنا یہ ماحول کا نتیجہ ہرگز نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ جس ماحول میں رہ رہے تھے وہ بتوں اور بت پرستوں کی آماجگاہ تھا۔ ہر غیر متعصب انسان اس امر کا اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ آپ میں یہ چیز ماحول کا نتیجہ نہ تھی بلکہ کسی دلبر و دلستان کی چہرہ نمائی نے یہ حالت کر رکھی تھی۔ ہمارے آقا مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا محرک شروع سے ہی عشق الٰہی تھا۔

نزول وحی سے پہلے حضور کے متعلق ثابت ہے کہ آپ ایک لمبا عرصہ گھر سے سات سات دن کا زاد لیکر مکہ مکرمہ سے دور ایک غار میں تشریف لے جاتے اور تنہا وہاں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ خدائے واحد، یگانہ کے حضور اپنے دل کی ساری کیفیات بیان فرماتے۔ اپنے ماحول میں شرک کی ناپاکی کو دیکھ کر مخلوق خدا کیلئے دل میں جو تڑپ پیدا ہوتی تھی اسے خدا کے حضور پیش فرماتے۔ آپ کی اس قلبی کیفیت کو آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔۔

روح او در گفتن قول بلیٰ اول کسے
آدم توحید و پیش از آدمش پیوند یار

یعنی آپ کی روح قول بلیٰ کہنے میں سب سے اول تھی آپ توحید کے آدم تھے اور آدم سے بھی پہلے یار سے آپ کا پیوند تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ درد اور اندوہ و غم کس درجہ کا تھا جو آپ کو حزین و دلفگار بنا کر اس غار میں لے جاتا تھا۔ حضور کو نہ تاریکی سے وحشت ہوتی نہ تنہائی سے کوئی ہراس ہوتا مخلوق خدا کیلئے اس غار میں خدا کے حضور پر درد نعرے مارتے۔ دن رات آپ کا کام خدا کے حضور تضرع ہو گیا۔

اس عجز اور دعا سے آسمان پر ایک شور پڑ گیا اور خود فرشتوں کی آنکھیں محمد ﷺ کے غم سے اشکبار ہو گئیں۔ آخر حضور کے اس عجز اور مناجات اور تضرع کے طفیل خدا کی نگاہ لطف اس عالم تاریک و تار پر پڑی۔ خدا کو ملنے کے لئے بے انتہا تڑپ اور مخلوق خدا کی ہمدردی کیلئے بے انتہا بے قراری یہ دو شدید جذبات تھے جو حضور کو اس غار کی تنہائیوں میں لے جاتے۔ خدا تعالیٰ سے ملنے کی اس بے انتہا تڑپ کو خدا تعالیٰ نے خود اس طرح بیان فرمایا وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى یعنی شوق ملاقات نے تجھ پر ایک شدید بے خودی کی کیفیت طاری کردی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر ہم نے تجھے اپنی طرف بلالیا۔ ان پر درد دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مقبول دعا کرنے کی راہ بتلائی۔ یعنی حضور پر نماز اور اس کے احکام نازل فرمائے تاکہ ان پر عمل کرکے سالک اپنے محبوب کو پاکر اس کے نقوش اپنالے۔ عبادت میں بنیادی اور اولین عبادت نماز ہے اور یہ مومن کا معراج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صلوۃ اصل میں آگ میں پڑنے اور محبت الٰہی اور خوف الٰہی کی آگ میں پڑ کر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوی اللہ کو جلا دینے کا نام ہے اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہ جاوے اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اس کی کل حرکات اور سکنات اس کا فعل اور ترک فعل سب ہی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جاوے۔ خودی دور ہو جاوے"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 590)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی مال اور اولاد کی بجائے آپؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ آپؐ کی نماز میں جو سوز و درد ہوتا اس کا ذکر حدیث میں یوں آتا ہے۔

عن عبداللہ بن الشخیر عن ابیہ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ هُوَ يُصَلِّيْ وَ لِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ۔

(شمائل الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن شخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریمؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آوازیں آرہی تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ کی باری میرے ہاں تھی۔ ایک تاریک رات میں حضورؐ نصف شب کے قریب اٹھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیکھوں کہ حضورؐ کہاں جاتے ہیں۔ حضورؐ اٹھے اور سیدھے قبرستان میں تشریف لے گئے اور نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ قیام اور رکوع کے بعد آپؐ سجدے میں گر گئے۔ اس وقت آپؐ کا سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا اور آپؐ یہی فرماتے جاتے تھے اَللّٰهُمَّ سَجَدْتُ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ۔ اَللّٰهُمَّ سَجَدْتُ لَكَ رُوْحِيْ وَ جَنَانِيْ۔ اشکوں کا سیلاب تھا جو آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ آپؐ کا دل تو ازل سے پاک تھا۔ ان آنسوؤں نے اس وقت کے سارے عرب کو پاک کر دیا اور وہ عرب جو وقت مقرر کرکے شراب پیا کرتے تھے وہ اب توحید خالص کے داعی محمد مصطفیٰ ﷺ کے تتبع میں وقت مقرر کرکے غم سے بھری ہوئی راتوں میں خدا کے حضور حاضر ہو کر اس سے محبت کی

بھیک مانگتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَ بَدَّلُوا مِنْ ذَوْقِهٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

23 سال تک دن اور رات کا ایک ایک لمحہ حضورؐ کا نمازوں اور دعاؤں میں گزرا۔ ایک رات حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ سجدہ میں پڑ گئے۔ اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں حضور نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد نہ کر دی ہو۔ میں بے چینی سے اٹھی پاؤں کو ہاتھ لگایا اور دیکھا کہ حضورؐ فرما رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔

حضورؐ اپنی راتیں اس طرح پاؤں پر کھڑے حالت قیام میں گزار دیتے کہ پاؤں اور پنڈلیاں سوج جاتیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق عبادت کا اندازہ تو اس وقت ہوتا ہے کہ ہر طرف سے تیر پڑ رہے ہیں نفسا نفسی کا عالم ہے خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ تیغ و خنجر کی چمک سے آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ اس وقت بھی نہایت اطمینان قلب اور خشوع و خضوع سے یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں احکام بھی دے رہے ہیں اور خدا کا ذکر بھی زبان سے جاری ہے۔ ایک طرف سپاہیوں کے ساتھ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہوئے۔ دوسری طرف سالار اعظم کی جبین نیاز زمین بوس ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا کے مقابل پر عبادت کرنے والوں کو ھلاک ہونے دے۔ یہی وہ مرکزی نقطہ تھا جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن دعا کے لئے اختیار کیا جب ایسی نازک حالت تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چند لمحوں کے اندر دشمنوں کی قوی فوج چند بیچارے نہتے اور کمزور مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے رکھ دے گی۔ اس وقت بظاہر یہی نظر آ رہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان نے آپ کو یہ گر سکھایا کہ آج سب سے مقبول دعا وہ ہوگی جس میں عبادت کا حوالہ دیا جائے گا۔ اس دن آپ نے خدا کے حضور روتے ہوئے یہ عرض کیا کہ اے خدا اگر آج تو نے اس کمزور سی جماعت کو ہلاک ہونے دیا تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ عبادت کرنے والے میں نے تیار کئے تھے اور میں نے عبادت کے گر تجھ سے سیکھے تھے۔ کبھی کسی عبادت کرنے والے نے تیری ایسی عبادت نہیں کی تھی جیسی محبت اور پیار اور عشق کے ساتھ میں نے کی۔ یہ لوگ میرے پروردہ ہیں۔ انہیں عبادت کے راز میں نے سکھائے ہیں اے خدا اگر آج تو انہیں مٹنے دے گا تو کون ہے پھر جو تیری عبادت کرے گا۔ اس میں دھمکی نہیں تھی (نعوذ باللہ) اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی عشق کا اظہار تھا کہ میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ دنیا تیری عبادت سے خالی ہو جائے میری اتنی محنت ہے میں نے اس رستہ میں اپنا خون بہایا تیری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں کیوں؟ اس لئے کہ عبادت کرنے والے پیدا ہوں۔

خدا نے اس دعا کو کس طرح سنا۔ ان چند لوگوں کو یہ قوت عطا فرمائی کہ انہوں نے سارے مکہ کے جگر کاٹ کر پھینک دیئے۔ اسلام کی فتح کی داغ بیل بدر کے دن ڈال دی گئی بہت ہی عظیم الشان دن تھا لیکن عبادت کے زور پر جیتا گیا۔ حضرت اقدس محمدؐ کی یہی وہ عارفانہ دعا تھی جس نے اس دن کی کایا پلٹ دی"۔

جنگ احزاب کے دوران ایک دن حملہ اتنا شدید ہو گیا کہ مسلمانوں کی بعض نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں جس کا

آنحضور ؐ کو اتنا غم ہوا کہ آپ نے فرمایا ملأ اللہ قبورھم و بیوتھم نارا سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی یاد خداوندی آپ کے ذہن سے محو نہیں ہوئی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بیماری کی حالت میں پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے پانی رکھو ہم نے پانی رکھا آپ نے وضو کیا پھر چلنا چاہا تو بیہوش ہو گئے پھر ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میرے لئے پانی رکھو۔ پانی رکھا گیا آپ نے وضو کیا پھر چلنے لگے تو بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے لئے پانی رکھو ہم نے پانی رکھا آپ نے وضو کیا پھر اٹھنا چاہا تو بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کیلئے کہلوا دیا۔

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ؐ نماز کے لئے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ حضور ؐ کے پاؤں اور پنڈلیاں متورم ہو جاتیں۔ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضور ؐ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے؟ تو حضور نے فرمایا۔ افلا اکون عبدا شکورا کہ کیا میں اپنے مولا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا کے مطابق حضور ؐ نماز تہجد کو نفس پر قابو پانے، عظیم الشان عزم پیدا کرنے اور خدا کے وصال کا بہت بڑا ذریعہ بیان کرتے اور خود بھی آپ کی نماز تہجد بعض اوقات اتنی لمبی ہوتی کہ نوجوان بھی آپ کے ساتھ کھڑے نہ ہو سکتے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ؐ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو گیا تو آپ نے اتنی دیر قیام کیا کہ میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ؐ کو اکیلے کھڑا رہنے دوں۔

پس وہ دل جو تریسٹھ سال دھڑکتا رہا بس ایک ہی یاد تھی جس کے لئے یہ دل دھڑکتا تھا۔ ہر وقت آپ کا دل یاد خداوندی سے معمور رہتا۔ وہ نوافل جو انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتے ہیں اگر عام مومن کے لئے بھی یہ اس درجہ تقرب بخش ہیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قرب کا کیا مقام ہو گا۔ اس کا اندازہ کرنا محال ہے دراصل خدا تعالیٰ کی طرف صعود کی ہر منزل کے چڑھنے کیلئے نماز اور دعا ہی کی تپش درکار ہے اس تپش کو اللہ تعالیٰ نے اس درجہ قبول کیا کہ فرمایا۔

انا اعطینک الکوثر آپ کی زبان ہر وقت، ہر لمحہ ذکر خداوندی سے تر و تازہ رہتی تھی آپ کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں جس میں آپ خدا تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوئے ہوں ہر آن اپنے پیارے کو یاد کرتے رہے۔ سوتے تو تب اس کا نام لیکر اور اٹھتے تو بھی اسی کو یاد کرتے۔ کسی مکان کے اندر داخل ہوتے تو دعا فرماتے باہر نکلتے تو یاد خداوندی کے ساتھ۔ مسجد میں جاتے ہی ذکر الٰہی کیلئے ہیں۔ لیکن آپ مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی ذکر الٰہی کرتے اور باہر نکلتے ہوئے بھی۔ کھانا کھاتے تو دعا کرتے۔ حوائج ضروریہ کیلئے تشریف لے جاتے تو بھی دعا کرتے۔ نیا کپڑا پہنتے تو بھی اس کی حمد کے ساتھ اور بستر استراحت پر بھی یاد الٰہی کے ساتھ ہی تشریف لے جاتے۔ مصائب و مشکلات میں بھی اسی کو پکارنے کیطرف توجہ دلائی۔ اور آئینہ دل کی صفائی کے لئے استغفار

کا پانی تجویز فرمایا۔

ان سارے اذکار اور دعاؤں کے علاوہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا اور اس کے خاتمے پر الحمد للہ کا پڑھنا ہر تعجب انگیز اور بڑے کام پر سبحان اللہ کہنا۔ ہر مصیبت کے وقت اِنّا لِلّٰہ پڑھنا۔ مکروہ بات پر لَا حَوْلَ کہنا اور گناہوں کی تحریک پر استغفراللہ کہنا اور شیطانی روکوں سے بچنے کیلئے اعوذ پڑھنے کا سبق دیا۔ غرض آپ کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا جب آپ دعا نہ فرماتے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ کہ آپ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ احباب غور فرمائیں کہ حضور کی نمازوں اور سارے ذکر و فکر میں ایک چیز نمایاں تر اور سرفہرست نظر آتی ہے اور وہ خدا سے محبت کی بناء پر تعلق ہے۔ بیم و رجا کی ایک کیفیت ہے جو قلوب میں خود خدا تعالیٰ کی ذات سے کسی چھوٹے مقصد کیلئے پیدا نہیں ہوئی۔ صرف اور صرف ایک ہی چیز اپنے مولیٰ سے طلب کی گئی ہے اور یہ اس کی محبت ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ کی نماز اور آپ کے اذکار ہی وہ براق تھا جو آپ کو دَنٰی فَتَدَلّٰی کے مقام پر لے اڑا اس براق کے پَر عشق کے پَر تھے یہ وہ مقام تھا جہاں جبرئیل کے بھی پر جلتے تھے۔ حضور ﷺ کی عبادات میں یہ امر قابل غور ہے کہ حضور ﷺ اپنی عبادت کیلئے راتوں کی تنہائیاں ڈھونڈتے اور بے قراری کو اس کمال تک پہنچاتے ہیں کہ اس کمال کیوجہ سے حضرت عائشہؓ نے آپ کی نماز کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ نماز حسین نہ بن سکتی تھی جب تک اس کا قیام و دوام اور اس کا خشوع و خضوع حسن کا ایک بے نظیر پیکر نہ بن جائے۔ حضور ﷺ نے ان کیفیات کو پیدا کرنے کے لئے کوئی خارجی اور مصنوعی محرک استعمال نہیں فرمایا اور نہ مومنوں کو اس کے استعمال کی اجازت بخشی۔ ہنود اور عیسائیوں کی عبادات میں نغمہ و سرود اور موسیقی کو استعمال کیا گیا ہے۔ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ کیفیت دل کے ساز اور روح کے نغمے چھیڑ کر پیدا کی ہے اس لئے اس نماز میں وہ طاقت وہ قوت تھی کہ خدا کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کر گئی۔

یہ آپ کی عبادات اور عشق الٰہی کی آگ ہی تھی کہ جس نے عرب کی وحشی ؑ اجڈ قوم میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا کہ وہ جو حیوانوں سے بھی بدتر تھے ان کو حیوان سے انسان' انسان سے باخدا انسان اور باخدا انسان سے خدا نما انسان بنا دیا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"

(برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10-11)

SATELLITE TRANSMISSION SERVICE
MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA
*( An auxiliary of The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc. )*

1440 Briggs Chaney Road, Silver Spring, MD 20905 U.S.A Tel. 301-236-9457 Fax. 301-879-0222

# TELESTAR-4 LOCATION CHART

## NEW MTA SATELLITE AT 89 DEGREES WEST

| No | USA/Canadian Localities | State or Province | Compass Headings | Elevation Degrees |
|---|---|---|---|---|
| 1 | Boston | MA | 222 | 38 |
| 2 | Calgary | AB | 132 | 27 |
| 3 | Chicago | IL | 179 | 42 |
| 4 | Dayton | OH | 191 | 44 |
| 5 | Denver | CO | 145 | 41 |
| 6 | Detroit | MI | 195 | 41 |
| 7 | Edmonton | AB | 133 | 25 |
| 8 | Halifax | NS | 236 | 33 |
| 9 | Houston | TX | 161 | 55 |
| 10 | Huntington | WV | 192 | 45 |
| 11 | Kansas City | KS | 166 | 44 |
| 12 | Kingston | ON | 209 | 38 |
| 13 | Las Vegas | NV | 125 | 40 |
| 14 | Los Angeles | CA | 120 | 39 |
| 15 | Miami | FL | 200 | 58 |
| 16 | Montreal | PQ | 217 | 35 |
| 17 | New Orleans | LA | 176 | 55 |
| 18 | New York City | NY | 215 | 40 |
| 19 | Ottawa | ON | 213 | 36 |
| 20 | Philadelphia | PA | 211 | 42 |
| 21 | Pittsburgh | PA | 199 | 43 |
| 22 | Portland | OR | 116 | 28 |
| 23 | Quebec City | PQ | 223 | 33 |
| 24 | Regina | SK | 145 | 30 |
| 25 | Rochester | NY | 205 | 39 |
| 26 | San Francisco | CA | 116 | 34 |
| 27 | Saskatoon | SK | 145 | 28 |
| 28 | Seattle | WA | 116 | 27 |
| 29 | ST Louis | MO | 173 | 45 |
| 30 | Toronto | ON | 204 | 39 |
| 31 | Tucson | AZ | 131 | 46 |
| 32 | Tulsa | OK | 160 | 47 |
| 33 | Vancouver | BC | 117 | 25 |
| 34 | Washington | DC | 208 | 43 |
| 35 | Winnipeg | MN | 161 | 32 |

**STEP 8: MTA Signal Strength:** Now **AIMING ANTENNA** Screen should automatically change, and **"Signal Quality"** **"Signal Lock"** should appear in the upper right corner of the Screen, Signal Strength scale will also change. **Please confirm** this change, to make sure that you have not moved the dish away from the Satellite accidentally and lost MTA signal. If you confirm "Signal Quality" "Signal Lock", then proceed to **Step 9**.

(**NOTE:** If you do not read **"Signal Quality"** **"Signal Lock"** in the upper right corner of the **"AIMING ANTENNA"** Screen, then unfortunately you have lost the MTA satellite. Go back to **step 4** by pressing **CLEAR** button a few times, with MTA remote control and start it over again.)

**STEP 9:** If you have confirmed **"Signal Quality"** **"Signal Lock"** in the upper right corner of the **"AIMING ANTENNA"** Screen, then at the end of the **RED BAR**, it is the MTA signal strength in the range of 89 to 135, like the following;

| 89 | MTA's Possible range | 135 |
|---|---|---|
| | **RED BAR** | 125 |

(**Note:** You should only be concerned with the **Highest Numbers** at the end of this RED BAR, red bar may not go all the way to the end.)

**Now Fine-Tune Azimuth:** You should move the Dish **very slowly** to the Right and then, to the Left, in **very small steps** to find the Maximum Signal Strength, while watching the **number at the end of the RED BAR**. Then tighten the bolts on the bracket around the pipe. Secure the dish so it can withstand harsh weather conditions.

* * **(IMPORTANT TIP)** While you are tightening the bolts around the pipe, and the screw on the bracket, it is possible that you may decrease the Signal Strength. Please keep an eye on the Signal Strength **at the end of the RED BAR** and tighten all bolts and screws very carefully in a balanced manner.

**Fine-Tune Elevation:** While watching the Signal Strength **at the end of the RED BAR**, carefully Fine-Tune the elevation by moving the Dish Up & Down **very slowly** and find the Maximum Signal strength. Then, tighten the two bolts on the elevation bracket, when signal is at the highest point. * *

**Finally, Fine-Tune LNBF Polarity:** Again, while you are watching the signal strength **at the end of the RED BAR**, go to the front of the dish. Loosen the LNBF screw and slightly rotate the LNBF clockwise, then counter clockwise until the signal strength is maximized. Then tighten the LNBF bracket again. * *

**Now your Dish is fine-tuned**, Press **CLEAR** three times. You will get MTA service in a reliable manner, with crisp & clear picture. INSHA-ALLAH.

By Munir Ahmad, at MTA Teleport.
Dated: November 25, 1997 (Final).

**MTA TELEPORT-** MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

1440 BRIGGS CHANEY RD. SILVER SPRING, MD 20905 USA PH: 301-236-9457 FAX: 301-879-0222

**STEP 4: Finding The Satellite with MTA Receiver:** The following message will appear on your TV screen in a **Red box**, when you connect the system.

| **Loss of Service Searching for Signal** |
|---|

**Please remove this message** by changing channels with MTA remote control, and TV screen will turn black. **NOW** start moving the Dish slowly in **very small steps**. Keep Searching for MTA signal, in the general direction of the new satellite, while making sure that TV screen is black, and **"Loss of Service..."** message is not there. If **"Loss of Service..."** message appears again, change the channel on digital receiver, and continue moving the Dish **very slowly in small steps, until you get MTA Picture** in a stable manner.

**STEP 5: VERY IMPORTANT:** It is important to understand that, although, you may have found MTA Picture, but **you may not have peaked the Dish** to the new satellite yet. Just slightly tighten the bolts to secure the dish, do not fully tighten the bolts at this stage, **since you still need to Fine-Tune the dish for Maximum signal strength.**

**PLEASE NOTE:** In the digital system, having **very good Picture does not mean that you also have a reliable and good signal strength**. You will be losing MTA Service during bad weather conditions, if you do not ensure **Maximum Signal Strength**, at the time of the installation. Now proceed to the next step, while watching MTA picture on your TV.

**STEP 6: "Aiming Antenna" for Maximum Signal Strength:**
Once you have found MTA picture, you will need to call up **AIMING ANTENNA** Screen on your TV with MTA remote control.
Press MENU (Button on MTA Remote Control)
Press: 6 (System Setup)
Press: 1 ( Aiming Antenna)

**STEP 7: Satellite Sig. Strength:** Now you will see **AIMING ANTENNA** Screen with Sig. Strength Max. Search ON Fine Tune ON Beeper ON in the upper right corner of the Screen. And you will also notice a RED BAR in the bottom of the screen, showing **only Satellite's strength** in the range of +200s or +300s, like the following;

260 Satellite's Possible range 360

| **RED BAR** | 290 |
|---|---|

Since you have already found MTA signal, so **Do not move the Dish at this stage**, your receiver should Lock MTA signal now and you will hear three consecutive beeps, and proceed to **Step 8**.

(If your system is taking too long to lock MTA signal, then from the remote control Press: **Clear Only Once** & go to the next step.)

# FROM THE DESK OF THE AMEER, SAHIBZADA M. M. AHMAD

No. MMA/4058/97

November 28, 1997

All Presidents
All Missionaries
National Secretary Audio Video
National Secretary MTA

*Assalamo Alaikum wa Rahmatullah wa Barakatohu:*

Due to some technical developments it has become necessary to move MTA service on to a more powerful new Satellite TELESTAR 4 at 89 Degrees West. The shift to the new satellite will take place on **Saturday December 13, 1997 at 8:00 a.m. (EST).**

This shift to a new Satellite will require all viewers in USA and Canada to adjust their **LNBF to vertical polarity and change the direction of their Dish Antennas to the new Satellite**. There are no other changes required on your MTA digital receiver.

A set of detailed instructions explaining how the above change is to be carried out are enclosed for your guidance and implementation.

For further clarification and guidance please contact Missionary Munir Ch. Sahib at the following numbers:

Home: (301) 879-0859 Work: (301) 236 9457 Fax: (301) 879-0222

Where there is a large concentration of dishes in any one Jamaat a knowledgeable person can be deputed to visit Washington for obtaining full directives if necessary. In this connection prior contacts be made with Munir Ch. Sahib

(S/d) M.M. Ahmad

Ameer Jamaat

## How to find new MTA Satellite, Telestar-4 at 89 W. On or after December 13, 1997

STEP 1: Get Ready for Change: It is recommended that you take MTA Digital Receiver, Portable TV, Power extension cord etc. outside next to the Dish. Set up your system correctly to receive MTA signal while you will fine-tune to the new satellite. Please note that MTA remote control has **slow response time**. Wait for a few seconds before pressing the next command.

STEP 2: Change The Polarity of LNBF to "VERTICAL": Slightly loosen the screw of LNBF bracket and rotate LNBF, so that the line/marker on the back of the LNBF points to the right side (instead of upward) for vertical polarity.

STEP 3: Changing The Direction of Dish: Slightly loosen the four bolts of the clamp around the pipe and two bolts on the elevation bracket. Move the Dish very slowly 10 degrees to the East, **(**To the left from Galaxy-4 satellite position, standing behind the dish.**)** and also set **Elevation** degree correctly on the Dish bracket. Please **use a compass** to **adjust Azimuth**, by aligning compass heading. Use "Telestar-4 location chart", to determine your area **Azimuth** & **Elevation** coordinates. Please see these coordinates on the page 4. 29

# خود زمانے نے مجھے بُلایا ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

”اے بندگانِ خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساکِ باراں ہوتا ہے اور ایک مُدّت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خُشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اُسی طرح رُوحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے یعنی خدا کی وحی۔ وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔ مَیں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہُوں کہ مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہُوں۔

نہ صرف یہ کہ مَیں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بُلاتا ہُوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بُلایا ہے۔

(پیغامِ صلح۔ رُوحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۴۸۵-۴۸۶)

# اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

عمر رواں کے سال کہاں اور کدھر گئے؟ کچھ بے عمل چلے گئے۔ کچھ بے ثمر گئے

جو بن اڑا۔ جوانی لٹی۔ بال و پر گئے کی توبہ ہر خزاں میں۔ مگر پھر مکر گئے

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

کچھ شعر و شاعری کا بجایا کئے رباب کچھ درد سر نے اور دمہ نے کیا خراب

بیخوابیوں میں کٹ گئیں شبہائے بیحساب اعمال پھر بھی کرتے رہے۔ ہائے۔ ناصواب

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

غنچے کھلے۔ خزاں گئی۔ گل خندہ زن ہوئے گلشن بھرے۔ ہوا چلی۔ تازہ چمن ہوئے

نرگس۔ گلاب۔ یا سمن و نسترن ہوئے دل کی کلی مگر نہ کھلی۔ بے سجن ہوئے

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

تم نے تو ہر بہار میں پوری کی اپنی بات فرمایا جو زبان سے۔ اس کو دیا ثبات

گو سر پٹکتے ہم بھی رہے از پئے نجات پر گوہر مراد نہ آیا ہمارے ہات

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

پچھلا حساب گرچہ نہ بیباق تھا ہوا امسال پھر بھی عہد یہ تھا ہم نے کر لیا

بعد از خزاں یہ قرض کریں گے سبھی ادا افسوس پر۔ کہ بار یہ بڑھتا چلا گیا

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

اس جنگ نے کیا ہے بغایت سبھی کو تنگ ہر موسم بہار میں کھلتا نیا ہے رنگ

ہے انتظار "ثلج بہار" ابتو بے درنگ پر صلح کا نظر نہیں آیا کوئی بھی ڈھنگ

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

کیا پوچھتے ہو حال دل پائمال کا دلبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ وصال کا

پُر رُعبِ حسن دیکھا جو اس ذوالجلال کا پھر حوصلہ ہی پڑ نہ سکا۔ اس سوال کا

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گذر گئے

# بانی سلسلہ احمدیہ کے دعا کے متعلق ملفوظات

(مرتبہ مکرم محمد منظور احمد خان صاحب ایاز آف لاہور)

☆ دعا بڑی دولت اور طاقت ہے۔

☆ دعا کا وقت نماز ہے۔ اس میں بہت دعائیں مانگو۔

☆ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ دعا ہے۔

☆ دعا کے ساتھ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

☆ دعا وہ اکسیر ہے جو اک مشت خاک کو کیمیا بنا دیتی ہے۔

☆ دعا کے کامل لوازات یہ ہیں کہ اس میں رقت 'اضطراب' گداز ہو۔

☆ قبولیت دعا کے لئے خدا تعالیٰ کی صفات کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

☆ دعائیں کرو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے۔

☆ دعا کرنے والے کو حقیقی مراد یابی حاصل ہوتی ہے۔

☆ اپنے گناہوں سے پاک ہونے کی دعا کرو۔

☆ دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کی جاوے۔

☆ دعا کے لئے رقت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔

☆ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو دعا کرو تاکہ دعا میں جوش پیدا ہو۔

☆ مسنون دعاؤں کو بھی برکت کے لئے ضرور پڑھنا

☆ دعا بہترین ہمدردی ہے۔

☆ ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔

☆ دعا سے دشمن بھی باہر نہ رہے۔

☆ بہترین دعا سورہ فاتحہ ہے۔

☆ استغفار بہت پڑھا کرو۔ اس سے گناہ معاف اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

☆ دعا سے کام لو اور دعا سے مت تھکو۔

☆ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے لئے دعا کرو۔

☆ جب تک دعا کے ساتھ تدبیر نہ ہو کچھ فائدہ نہیں۔

☆ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے۔

☆ لوگوں کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں۔ وہ بہت جلد ملول ہو جاتے ہیں۔

☆ دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

☆ دعا اور صدقات تقدیر معلق کو ٹلا دیتے ہیں۔

☆ خدا کا غضب آنے سے پہلے دعا کرو اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی پناہ میں دو۔

☆ اس یقین کے ساتھ دعا کی جائے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

☆ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔

☆ دعا کے لئے دل نہ چاہے تو اس کے لئے دعا کرنی چاہئے۔